علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی کی تمام کلاسز کی حل شدہ اسائنمنٹس ، گیس پیپرز فری میں ہماری ویب سائٹ سے ڈاؤن لوڈ کریں ہاتھ سے لکھی ہوئی اور آن لائن ایل ایم ایس کی مشقیں دستیاب ہیں۔

میٹرک سے لیکر ایم اے ، ایم ایس سی ، ایم فل تک تمام کلاسز کی داخلوں سے لیکر ڈگری کے حصول تک کی تمام معلومات مفت میں حاصل کرنے کے لیے ہماری ویب سائٹ کا وزٹ کریں

میٹرک ، ایف اے ، آئی کام ، بی اے ، بی کام ، بی ایڈ ، بی ایس ، ایم اے ، ایم ایڈ ، ایم ایس سی ، ایم فل ، پی ایچ ڈی ، ایف اے اسائنمنٹس ویب سائٹ سے مفت میں ڈاؤن لوڈ کریں ہاتھ سے لکھی ہوئی اور ایل ایم ایس کی انفرادی امتحانی مشقوں کے لیے اکیڈمی کے نمبر پر رابطہ کریں

مضمون	:	مطالعہ پاکستان (لازمی)
سطح	:	ایف۔اے
کورس کوڈ	:	317
امتحانی مشق	:	01
سمسٹر	:	بہار 2025ء

سوال نمبر 1: مطالعہ پاکستان کا دوسرے مضامین کے ساتھ تعلق واضح کریں۔

جواب

مطالعہ پاکستان ایک علاقائی مطالعہ ہے: مطالعہ پاکستان ایک کثیر المضامین یا کثیر الموضوع (Multi Disciplinary) نظام تدریس وتحقیق ہے۔ دوسری جنگ عظیم کے بعد کسی مخصوص علاقے کے ہمہ جہتی مطالعے کے لئے ایک تحقیقی اور تدریسی نظام وضع کیا گیا جسے علاقائی مطالعہ یا Area Studies کا نام دیا گیا ہے۔ اس نظام تحقیق و تدریس کی مدد سے کسی خطے کے تاریخی، جغرافیائی، سیاسی، اقتصادی، لسانی اور نسلی حالات کا نہ صرف مطالعہ کیا جاتا ہے بلکہ اس مطالعے کی روشنی میں اس خطے کی ترقی کیلئے منصوبہ بندی بھی کی جاتی ہے۔ مطالعہ پاکستان بھی علاقائی مطالعے (Area Studies) کے ضمرے میں آتا ہے۔ اس لئے مطالعہ پاکستان کے طالب علم کیلئے یہ لازم ہے کہ وہ نہ صرف پاکستان کا ہمہ جہتی مطالعہ کرے بلکہ اس مطالعے کی روشنی میں پاکستان کو درپیش معاشی، معاشرتی اور سیاسی مسائل کے حل کیلئے تجاویز بھی مرتب کرے۔

پس منظر: 1971 میں پاکستان کی تاریخ کا ایک المناک واقعہ رونما ہوا جس کے نتیجے میں ملک کا مشرقی حصہ علیحدہ ہوکر بنگلہ دیش کی آزاد ریاست کی صورت میں نمودار ہوا۔ اس واقعے نے قومی یکجہتی کے متعلق بنیادی نوعیت کے سوال پیدا کیے۔ ان حالات میں اس بات کی شدت سے ضرورت محسوس کی گئی کہ قومی یکجہتی کی منزل حاصل کرنے کیلئے پاکستان کے سیاسی، معاشی اور معاشرتی حالات کا تنقیدی جائزہ لیا جائے اور ایسے اقدامات تجویز کیے جائیں جو قومی یکجہتی کے عظیم مقصد کو حاصل کرنے میں معاون ثابت ہوں۔

اس ضمن میں 1973ء میں قائداعظم یونیورسٹی اسلام آباد (اس وقت اس یونیورسٹی کا نام، اسلام آباد یونیورسٹی تھا) میں مطالعہ پاکستان کا ادارہ قائم کیا گیا۔ 1976ء میں پاکستان کی پارلیمنٹ نے ایک بل کی منظوری دی جس کے تحت ملک کی یونیورسٹیوں میں مطالعہ پاکستان کے مراکز قائم کرنے کو کہا گیا۔ اس پر عملدرآمد کرتے ہوئے وفاقی حکومت نے مندرجہ ذیل اداروں میں مطالعہ پاکستان کے مراکز قائم کیے۔

قومی ادارہ مطالعہ پاکستان	قائداعظم یونیورسٹی، اسلام آباد۔
مرکز مطالعہ پاکستان	یونیورسٹی آف سندھ، جامشورو۔
مرکز مطالعہ پاکستان	پنجاب یونیورسٹی، لاہور۔
مرکز مطالعہ پاکستان	پشاور یونیورسٹی، پشاور۔
مرکز مطالعہ پاکستان	بلوچستان یونیورسٹی، کوئٹہ۔
مرکز مطالعہ پاکستان	جامعہ کراچی، کراچی۔

اس کے علاوہ بہاؤالدین ذکریا یونیورسٹی ملتان اور اسلامیہ یونیورسٹی، بہاولپور میں تاریخ اور مطالعہ پاکستان کے شعبے قائم کئے گئے۔ جبکہ علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی، اسلام آباد میں مطالعہ پاکستان کا شعبہ قائم کیا گیا۔ 1978ء میں اس وقت کی حکومت نے گریجوایشن کی سطح تک مطالعہ پاکستان کو لازم قرار دیا۔

مطالعہ پاکستان اور تاریخ: دوسری جنگ عظیم (1939ء تا 1945ء) کے بعد نو آبادیاتی قوميں (Clonial Powers) اپنی نو آبادیات (Colonies) پر قبضہ برقرار رکھنے کے قابل نہیں رہیں۔ جس کے نتیجے میں ایشیا، افریقہ اور لاطینی امریکہ میں قومی حق خود اختیاری کی تحریکیں ابھر کر سامنے آئیں۔ دوسری جنگ عظیم کے بعد ہندوستان میں جاری آزادی کی تحریک میں شدت پیدا ہوئی۔ ان حالات میں برطانوی حکمران ہندوستان کو خود مختاری دینے کے لیے راضی ہو گئے۔ اس مرحلہ پر مسلم لیگ اور کانگریس کے درمیان مستقبل کے سیاسی وانتظامی نظام میں مسلمانوں کی نمائندگی کے مسئلے پر شدید اختلافات ابھر کر سامنے آئے۔ بالآخر اس مسئلے پر کانگریس اور مسلم لیگ میں کوئی سمجھوتہ نہ ہونے کی وجہ سے برطانیہ نے ہندوستان کو دو خود مختار ریاستوں میں تقسیم کرنے کا اعلان کر دیا۔ جس کے نتیجے میں 14 اگست 1947ء کو پاکستان وجود میں آیا۔

0334-5504551 Download Free Assignments from solvedassignmentsaiou.com

دنیا کی تمام یونیورسٹیز کے لیے انٹرن شپ رپورٹس، پروپوزل، پراجیکٹ اور تھیسز وغیرہ بھی آرڈر پر تیار کیے جاتے ہیں۔

علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی کی تمام کلاسز کی حل شدہ اسائمنٹس ،گیس پیپرز فری میں ہماری ویب سائٹ سے ڈاؤن لوڈ کریں ہاتھ سے لکھی ہوئی اور آن لائن ایل ایم ایس کی مشقیں دستیاب ہیں۔

میٹرک سے لیکر ایم اے ،ایم ایس سی ،ایم فل تک تمام کلاسز کی داخلوں سے لیکر ڈگری کے حصول تک کی تمام معلومات مفت میں حاصل کرنے کے لیے ہماری ویب سائٹ کا وزٹ کریں

میٹرک ،ایف اے ،آئی کام ،بی اے ،بی کام ،بی ایڈ ،بی ایس ،ایم اے ،ایم ایڈ ،ایم ایس ،پی ایچ ڈی کی اسائنمنٹس ویب سائٹ سے مفت میں ڈاؤن لوڈ کریں ہاتھ سے لکھی ہوئی اور ایل ایم ایس کی انفرادی ،امتحانی مشقوں کے لیے اکیڈمی کے نمبر پر رابطہ کریں

مطالعہ پاکستان اور جغرافیہ: جغرافیہ کسی خطے کے خدوخال ،حدود اربعہ ،موسم اور لوگوں کے متعلق معلومات فراہم کرتا ہے۔جغرافیہ ایک ایسا علم ہے جس کا سیاست ،تہذیب وثقافت ،اقتصادت اور خارجہ تعلقات کے مطالعے سے گہرا تعلق بنتا ہے۔کسی بھی علاقے کے جغرافیائی حالات اس خطے میں بسنے والے لوگوں کی تہذیبی وثقافتی اور اقتصادی سرگرمیوں پر اثر انداز ہوتے ہیں۔مثلاً گرم علاقے کے لوگوں کی پوشاک اور رہن سہن کے طریقے سرد علاقوں میں بسنے والے لوگوں سے مختلف ہوتے ہیں۔نہری اور صحرائی علاقوں کے لوگوں کی اقتصادی اور معاشرتی سرگرمیوں میں فرق پایا جاتا ہے۔نہری علاقے کے لوگ بالواسطہ یا بلاواسطہ زراعت کے شعبے سے وابستہ ہوتے ہیں جبکہ صحرائی علاقے کے لوگوں کا گذر بسر زیادہ تر گلہ بانی پر ہوتا ہے۔مطالعہ پاکستان کے زیرعنوان پاکستان کی سرزمین پر بسنے والے لوگوں اوران کی معاشیاورمعاشرتی سرگرمیوں پر بحث کرتے ہیں اور یہی موضوعات جغرافیہ میں بھی زیر بحث لائے جاتے ہیں اس حوالے سے مطالعہ پاکستان اور جغرافیے کا بہت ہی گہرا تعلق ہے۔

سوال نمبر2: پاکستان کے طبعی خدوخال کے اہم سلسلے کون کون سے ہیں؟

جواب۔

محل وقوع کے لحاظ سے پاکستان جنوبی ایشیاء کے خطے میں واقع ہے۔اس کے گردوپیش میں بہت سے ممالک ہیں جو پاکستان کے سیاسی معاشی اور تمدنی تعلقات پر لازماً اثر انداز ہوتے ہیں۔مثلاً مغرب میں افغانستان واقع ہے جس کی پاکستان کے ساتھ 2250 کلومیٹر لمبی سرحد ہے۔جنوب مغرب میں ایران واقع ہے جس کی پاکستان کے ساتھ سرحد کی طوالت تقریباً 800 کلومیٹر ہے۔شمال مشرق میں عوامی جمہوریہ چین واقع ہے جس کی پاکستان کے ساتھ 520 کلومیٹر طویل سرحد لگتی ہے۔اسی طرح مشرق میں بھارت واقع ہے۔اور پاک بھارت سرحد لگ بھگ 1280 کلومیٹر طویل ہے۔کشمیر کے متنازعہ علاقے میں پاکستان اور بھارت کے درمیان 770 کلومیٹر طویل عارضی حد بندی ہے جسے لائن آف کنٹرول (Line of Control) کہا جاتا ہے۔پاکستان کی جنوبی سرحد بحیرہ عرب سے ملتی ہیں جو بحر ہند کا حصہ ہے۔

پاکستان کے طبعی خدوخال: پاکستان کا زیادہ تر شمالی اور مغربی حصہ پہاڑی سلسلوں اور سطوح مرتفع پر مشتمل ہے۔جبکہ باقی رقبہ میدانی علاقوں پر مشتمل ہے جو بنیادی طور پر دریائے سندھ اور اس کے معاون دریاؤں کی بچھائی ہوئی مٹی سے بنے ہیں۔ہمارے ملک کے شمال مغربی پہاڑی سلسلوں اور سطوح مرتفع کی اہمیت کی چند وجوہ مندرجہ ذیل ہیں۔

ا۔ پاکستان کے کئی بڑے دریائے شمالی پہاڑی سلسلوں سے ہوکر گذرتے ہیں اور دریائے سندھ اور اس کے اکثر معاون دریا بھی انہی پہاڑی سلسلوں کی برف پوش چوٹیوں سے پانی حاصل کرتے ہیں۔

۲۔ پاکستان کے شمالی اور مغربی پہاڑی سلسلوں اور سطوح مرتفع سے کئی طرح کی معدنیات مثلاً تیل گیس ،کوئلہ ،نمک ،سنگ مرمر ،قیمتی پتھر ،اور تعمیراتی پتھر وغیرہ شامل ہیں۔

۳۔ پاکستان کو عوامی جمہوریہ چین سے ملانے والی شاہراہ قراقرم بھی شمالی پہاڑی سلسلوں سے گزرتی ہے۔

دریائے سندھ اور اس کے معاون دریاؤں کے میدانی علاقوں کی اہمیت کی چیدہ وجوہ مندرجہ ذیل ہیں۔

i- پاکستان کے بیشتر میدانی علاقے اپنی زرخیز مٹی کے سبب زرعی پیداوار کے حصول کا بہت اہم ذریعہ ہیں۔اور یوں ملک کی معیشت میں ریڑھ کی ہڈی کی سی حیثیت کے حامل ہیں۔

ii- پاکستان کے میدان علاقوں میں بچھا ہوا نظام آبپاشی دنیا کے چند بڑے اور بہترین آبپاشی کے نظاموں میں شمار ہوتا ہے۔اور پاکستان کی زراعت کی بنیاد اسی نظام پر استوار ہے۔

iii- پاکستان کی آبادی کا بیشتر حصہ کسی نہ کسی طور زراعت سے منسلک ہونے کے سبب اپنی میدانی علاقوں میں رہائش پذیر ہے۔

iv- پاکستان کے اکثر بڑے شہر اور اہم صنعتی اور کاروباری مراکز مثلاً کراچی ،حیدرآباد ،لاہور ،سیالکوٹ ،چنیوٹ ،ملتان وغیرہ میدانی علاقوں میں واقع ہیں۔

v- پاکستان کے میدانی علاقوں میں ذرائع آمدورفت ،خصوصاً سڑکوں اور ریل کا نظام پہاڑوں اور سطوح مرتفع کی نسبت زیادہ بہتر اور مربوط ہے۔

پاکستان کے محل وقوع کی جغرافیائی اہمیت

ہر ملک کے محل وقوع کا تعلق اس کے گردوپیش پائے جانے والے طبعی ،سیاسی اور تمدنی تناظر سے ہوتا ہے۔جس سے اس ملک کی بین الاقوامی اہمیت بڑھتی یا گھٹتی ہے اس لیے محل وقوع نہ صرف آب وہوا ،طبعی خدوخال اور زرعی وسائل بلکہ ملک کی سیاسی اقتصادی اور تمدنی سرگرمیوں پر بھی اثر انداز ہوتا ہے۔مثال کے طور پر اگر پاکستان کو اپنے طبعی تناظر میں دیکھا جائے تو اس کے شمالی علاقے ایک ایسے سلسلہ ہائے کوہ (کوہ ہمالیہ اور کوہ قراقرم) سے وابستہ ہیں جو قدرتی فصیل کے طور پر نہ صرف انسانی حملہ آوروں بلکہ موسم سرما میں یخ بستہ ہواؤں کو بھی پاکستان میں داخل ہونے سے روکتی ہے۔جنوب میں اس کی سرحد بحیرہ عرب (بحرہ ہند) کے پانیوں کو چھوتی ہے اس لیے پاکستان بحر ہند کے پانیوں کو فوجی ،تجارتی اور اقتصادی مقاصد کے لیے استعمال کرسکتا ہے۔جبکہ افغانستان اور وسطِ ایشیائی ممالک (تاجکستان ،ازبکستان ،ترکمانستان وغیرہ) خشکی سے گھرے ہونے اور سمندروں تک رسائی نہ ہونے کے سبب پاکستان کے راستے بحیرہ عرب کے پانیوں تک

دنیا کی تمام یونیورسٹیز کے لیے انٹرن شپ رپورٹس ،پروپوزل ،پراجیکٹ اور تھیسز وغیرہ بھی آرڈر پر تیار کیے جاتے ہیں۔

علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی کی تمام کلاسز کی حل شدہ اسائنمنٹس ، گیس پیپرز فری میں ہماری ویب سائٹ سے ڈاؤن لوڈ کریں ہاتھ سے لکھی ہوئی اور آن لائن ایل ایم ایس کی مشقیں دستیاب ہیں۔

میٹرک سے لیکر ایم اے ایم ایس سی ایم فل تک تمام کلاسز کی داخلوں سے لیکر ڈگری کے حصول تک کی تمام معلومات مفت میں حاصل کرنے کے لیے ہماری ویب سائٹ کا وزٹ کریں

میٹرک، ایف اے، آئی کام، ڈی کام، بی اے، بی کام، بی ایڈ، بی ایس، ایم اے، ایم ایڈ، ایم ایس سی، پی ایچ ڈی، ایف اے اسائنمنٹس ویب سائٹ سے مفت میں ڈاؤن لوڈ کریں ہاتھ سے لکھی ہوئی اور ایل ایم ایس کی انفرادی امتحانی مشقوں کے لیے اکیڈمی کے نمبر پر رابطہ کریں

پہنچاتے ہیں اسی وجہ سے پاکستان کے محل وقوع کی بین الاقوامی طور پر بہت اہمیت ہے۔

پاکستان کے خاص محل وقوع کی وجہ سے آب و ہوا میں بھی تنوع رہتا ہے مثلاً موسم گرما میں جنوبی سمندروں سے اٹھتی ہوئی مون سون ہوائیں پاکستان کے مشرقی اور شمال مشرقی حصوں میں بارش برساتی ہیں جبکہ پاکستان کا جنوبی اور مغربی علاقہ صحرائی ہواؤں کے اثر سے خشک رہتا ہے اس کے برعکس موسم سرما میں پاکستان کے بیشتر حصے مغرب اور شمال مغرب کی سمت سے آنے والے گرد بادوں سے بارش وصول کرتے ہیں ان موسمی حالات کی وجہ سے پاکستان کی سرزمین میں دنیا کی تقریباً تمام زرعی فصلیں، پھل اور سبزیاں پیدا ہوتی ہیں۔

سوال نمبر3: مادی اور غیر مادی ثقافت پر نوٹ تحریر کریں۔ جواب: ثقافت کی اہمیت: جیسا کہ ثقافت یا کلچر اس کل کا نام ہے جس میں مذہب وعقائد علوم و اخلاقیات، معملات ومعاشرت، فنون و ہنر، رسم ورواج، فعل، قانون اور وہ ساری عادتیں شامل ہیں جن کو انسان ایک معاشرے کا ممبر ہونے کی حیثیت سے برتتا ہے اس اس کے نتیجے میں معاشرے کے متضاد و مختلف افراد اور طبقوں میں اشتراک و مماثلت، وحدت اور یکجہتی پیدا ہوتی ہے ء ثقافت کو نظام کردار یا معاشرتی معیارات کا نظام بھی کہا جاتا ہے کیونکہ ثقافت کے ذریعے ہی مختلف معاشرتی معیارات کو منظم طریقے سے پیش کیا جاتا ہے یہ معیارات معاشرے کے اندر نہ صرف ہمارے کردار کو متعین کرتے ہیں بلکہ ہماری راہنمائی بھی کرتے ہیں مثلاً مختلف موقعوں پر ہمارا رویہ کیا اور کیسا ہونا چاہیے۔ جب افراد کے مذہب، رسومات، خاندان اور رہن سہن میں یکسانیت ومماثلت ہوتو وہ ایک دوسرے کے قریب ہوتے ہیں اور مل جل کر رہنے میں خوشی محسوس کرتے ہیں۔ ہر معاشرہ اپنے ثقافت کے اعیار (Norms) کے مطابق ہی اپنے افراد کی تربیت کرتا ہے مثلاً بچوں کی تربیت کے سلسلے میں انہیں کچھ کام کرنے کی تلقین کی جاتی ہے جبکہ کچھ کاموں سے منع کیا جاتا ہے۔ معاشرے میں رہتے ہوئے تلقین پر عمل کرنے والے کو اچھا اور خلاف ورزی کرنے والے کو برا کہا جاتا ہے۔ اس طرح اچھائی اور برائی کے تصورات انسانی ذہن میں بچپن سے ہی نقش ہو جاتے ہیں اور وہ لاشعوری طور پر بھی انہی اصولوں کو اپنائے رکھتا ہی جس کا اس کی شخصیت پر اچھا اثر پڑتا ہے۔ بلکل اسی طرح کیس ملک کا جمہوری یا آمرانہ کلچر وہاں کے باشندوں کی شخصیت پر الگ الگ طرح سے اثر انداز ہوتا ہے۔ اگر کوئی معاشرہ آمرانہ ہے، طاقت کے بل بوتے پر چند لوگوں کا حکم چلتا ہے اور احکامات پر سختی سے عمل کروایا جاتا ہے تو اسے نظام میں رہنے والے لوگ نہ صرف آزادانہ اور خودمختار سوچ سے عاری ہو کر حاکم کے غلط یا صحیح فیصلے کے منتظر ہوں گے بلکہ ان کی نظر میں معاملہ فہمی اور بحث ومباحثے کی کوئی اہمیت نہیں ہوگی۔ جبکہ ایک جمہوری معاشرے کے اندر افراد مختلف معاملات پر اپنی سوچ بچار اور قوت فیصلہ رکھتے ہوں گے اگر لوگ بافہم ہوں گے تو حاکم سے آنے والے احکامات بھی عوامی شعور کے مطابق ہوں گے۔ احکامات کی تکمیل کے لیے لوگوں میں احساس ذمہ داری ہوگا۔ وہ خوشی سے ان احکامات پر عمل کریں گے نہ کہ سزا کے خوف سے اس طرح ایک جمہوری ثقافت اپنے لوگوں کو اعتماد بخشتی ہے اور اس سے شخصیت کی تعمیر ہوتی ہے۔

ثقافت کی اقسام: ثقافت کی دو قسمیں ہیں۔ **(1) مادی ثقافت (2) غیر مادی ثقافت**

مادی ثقافت (Material Culture): مادی ثقافت سے مراد وہ ثقافتی نمونے ہیں جو انسان نے تخلیق کئے مثلا پینٹنگ، عمارت سازی، سکے، دستکاریوں، ظروف اور خطاطی۔ انسان کی تخلیق کردہ یہ چیزیں ان کے مذہب، تاریخ اور معیشت کی عکاس ہوتی ہیں۔ مثلا خطاطی دیکھ کر فوری طور پر ہمارے ذہن میں اسلامی ثقافت کا تصور آجاتا ہے۔ دستکاریوں میں اجرک یا رلی دیکھ کر ہم سمجھ جائیں گے کہ یہ سندھی ثقافت ہے۔ مہاتما گوتم بدھ کے نقوش والے سکے دیکھ کر ہمارے ذہنوں میں گندھارا تہذیب کا خیال آتا ہے۔

مادی ثقافت میں وقت کے ساتھ بڑی آسانی سے تبدیلی آجاتی ہے۔ ٹائکر کا نظریہ بھی یہی کہتا ہے کہ ''ثقافت'' یا کلچر ہمیشہ ایک حالت میں نہیں رہتا، بلکہ وقت کے ساتھ ساتھ حالت بدل کر ترقی کی طرف کوشاں رہتا ہے۔ ''مادی ثقافت میں تبدیلی کی وجہ طبعی بنیاد یا ٹیکنالوجی کا فروغ ہے۔ اس کے لئے ہم زراعت کی مثال لیتے ہیں۔ پرانے زمانے میں کھیتی باڑی کے لئے ہل، رہٹ اور ہاتھ والے پانی اوزار استعمال کئے جاتے تھے۔ ان سے حاصل شدہ پیداوار بھی محدود تھی۔ جیسا کہ پرانے وقتوں میں انسان کی ضروریات کم بھی تھیں اس لئے محدود پیداوار کو بھی کافی سمجھا جاتا تھا۔ لیکن آہستہ آہستہ آبادی میں اضافے کے ساتھ ساتھ ضروریات بھی بڑھتی گئیں۔ لہذا پیداوار کو بڑھانے کے لئے ٹیوب ویل لگائے گئے، ٹریکٹر اور تھریشر استعمال کئے گئے۔ اس سے ایک طرف کام تیزی سے ہونے لگا تو دوسری طرف پیداوار میں اضافہ ہوا۔ آج یہی مشینی زراعت، ہماری زرعی ثقافت کا حصہ ہے۔

غیر مادی ثقافت (Non Material Culture): غیر مادی ثقافت ہمارے علوم، عقائد اور رسم ورواج پر مشتمل ہوتی ہے۔ ان کا منبع ہماری تاریخ، مذہب، معیشت ومعاشرت ہے۔ ان اقدار اور روایات کی وجہ سے انسانی کردار اور رویوں کا تعین ہوتا ہے۔ جس کا اثر معاشرتی زندگی پر پڑتا ہے۔

مادی اور غیر مادی ثقافت کو ہم ایک دوسرے سے الگ نہیں کر سکتے کیونکہ مادی ثقافتی نمونوں کی اس وقت تک کوئی اہمیت نہیں جب تک کہ لوگوں کو ان کی افادیت یا اہمیت کے بارے میں علم نہ ہو یا وہ ان کے تاریخی پس منظر سے واقف نہ ہوں۔ مثلا مہمان نوازی کے اقدار اور آداب ہمارا ثقافتی خاصہ ہیں۔ اور ان کا منبع ہمارا مذہب ہے۔ کیونکہ مذہب اسلام نے مہمان کو رحمت و برکت کا درجہ دیا ہے۔ اسی طرح جذبات کے اظہار میں اعتدال برتنا، بزرگوں اور بچوں کے ساتھ شفقت سے پیش آنا ہماری مذہبی خاصیت ہے۔ معاشرتی قدریں کسی معاشرے میں اس طرح شامل ہو جاتی ہیں۔ کہ ان کی شناخت بن جاتی ہیں۔ ان قدروں کی

دنیا کی تمام یونیورسٹیز کے لیے انٹرن شپ رپورٹس، پروپوزل، پراجیکٹ اور تھیسز وغیرہ بھی آرڈر پر تیار کیے جاتے ہیں۔

علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی کی تمام کلاسز کی حل شدہ اسائنمنٹس ،گیس پیپرز فری میں ہماری ویب سائٹ سے ڈاؤن لوڈ کریں ہاتھ سے لکھی ہوئی اور آن لائن ایل ایم ایس کی مشقیں دستیاب ہیں۔

پامالی معاشرتی طور پر بہت بری بات سمجھی جاتی ہے۔ یہ ضروری نہیں کہ جو معاشرتی قدروں کا تعین اور تفسیر کرتی ہے۔آج سے دو دہائیاں قبل پاکستانی معاشرے میں مشترکہ خاندان کی صورت میں اپنے بزرگوں کے ساتھ رہنا قابل فخر اور باعث عزت سمجھا جاتا تھا۔اگر کوئی خاندان سے الگ ہوتا تھا۔تو اس کو برا سمجھا جاتا تھا۔لیکن ب مشترکہ خاندان کا تصور بہت حد تک کم ہوگیا ہے۔Nuclear Family یا سادہ خاندان (میاں، بیوی اور بچوں پر مشتمل خاندان) کے طور پر رہنا معیوب نہیں سمجھا جاتا۔

معاشرتی اقدار کی طرح کچھ رسومات ،لوک روائتیں اور عقائد بھی ہوتی ہیں۔ جو کہ ثقافت کا حصہ بن جاتی ہیں۔ان کا پس منظر بہت عرصہ پہلے رونما ہونے والے کسی واقعے کے ساتھ منسلک ہوتا ہے۔ جو افراد کے ذہنوں میں محفوظ رہتا ہے۔ان کو ادا کر کے خوشی محسوس کی جاتی ہے۔لیکن آہستہ آہستہ ان میں تبدیلی آسکتی ہے۔ مادی ثقافت کی نسبت غیر مادی ثقافت میں تبدیلی بہت کم آتی ہے۔

سوال نمبر4: پاکستان کے فن تعمیر کے بارے میں آپ کیا جانتے ہیں؟

جواب۔۔

برصغیر پاک وہند میں مسلمانوں نے جہاں دوسرے علوم کی ترویج کی اس طرح انہوں نے یہاں پر بہترین فن تعمیر کو بھی فروغ دیا اور فن تعمیر کے وہ پرشکوہ نمونے بنائے جن کی آج کے دور میں بھی تعمیری اہمیت نمایاں ہے۔آج سے کئی سو سال پہلے بننے والی عمارات آج بھی آن بان کے ساتھ عظمت وجلالت کا منہ بولتا ثبوت ہیں۔ یہ عمارات برصغیر پاک وہند کی جلالت کا منہ بولتا ثبوت ہیں۔ان عمارات سے برصغیر کے بادشاہوں کا حسن ذوق اور فنکارانہ صلاحیت نظر آتی ہے۔اور ان کے خیالات کی وسعت اور ذوق جمالیات نظر آتا ہے۔مغلیہ دور برصغیر میں تعمیر کا سنہری دور ہے جس میں عالیشان اور پرسکون عمارات بنائی گئیں۔

مغل حکمرانوں نے ان عمارات کو کیوں بنوایا اس کے سمجھنے کے لیے کئی ایک عوامل تھے۔ایک تو وہ جمالیاتی حسن رکھتے تھے۔دوسرے ان کے پاس مالی فراوانی تھی۔ان کے دربار میں بے شمار معمار اور فن تعمیر کے ماہر لوگ موجود تھے۔مغلوں کا زمانہ تقریباً امن کا زمانہ تھا۔اس لیے عمارات کی تعمیر کے ذوق کو تسکین پہنچانے کے لیے ان کے پاس کافی وقت موجود تھا۔

مسلم فن تعمیر کے اہم پہلو: مغلوں نے اپنے فن تعمیر میں وسعت کو اہمیت دی ان کی عمارات کھلی اور ہوادار ہوتی تھیں۔ان پر عام طور پر اسلامی فن تعمیر کے نشانات موجود تھے۔مغلیہ عمارات میں زیادہ تر گنبد نظر آتے ہیں جو کہ اسلامی فن تعمیر کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ مسلمانوں نے جانوروں کی بجائے آیات قرآن کو دیواروں پر نقش کیا۔سنگ سرخ کی جگہ سنگ مرمر کے استعمال سے عمارات میں صفائی اور جمالیاتی حسن نظر آتا ہے۔

بابر کا دور حکومت: بابر برصغیر میں کم عرصہ رہا کیونکہ اس کی زندگی نے اس کا ساتھ نہ دیا اس نے اپنے دور میں علوم وفنون کو فروغ دیا اسے فن تعمیر سے دلچسپی تھی۔وہ ہندو راجاؤں کی فن تعمیر سے متاثر تھا۔لیکن وقت کی کمی اور زیادہ جنگوں کی وجہ سے اس طرف کم توجہ دی اس نے کچھ عمارات بنوائیں جن میں بارہ دریاں اور چہار باغ بنوائے اس کے علاوہ اس نے کئی ایک مساجد بھی تعمیر کروائیں۔

ہمایوں کا دور حکومت: ہمایوں نے اپنی ساری زندگی بے چینی میں گزاری۔ 15 سال اسے جلاوطن ہوکر رہنا پڑا۔لیکن اس کے باوجود اسے وقت بھی ملا اس نے اس میں سے کچھ وقت تعمیر کو بھی دیا۔دین پناہ کا شہر اور آگرہ کا محل ہمایوں نے ہی تعمیر کروایا تھا۔اس نے کئی عمارات بنوائیں جن میں آگرہ کا محل رہتاس کا قلعہ جہلم میں بنوایا اور شہرام میں شیر شاہ کا مزار ہے مسجد کلاں بھی بنوائی۔

اکبر کا دور حکومت: مغلیہ عہد کا سب سے جلیل القدر اور عظمت وجلالت سے بھرپور جلال الدین اکبر نے اپنے دور کا عالی مرتب حکمران تھا۔اس نے فنون لطیفہ کو فروغ دیا بلکہ ترقی بھی کی۔اس کی عمارت کی خوبیوں میں یہ تھا کہ اس نے سنگ سرخ زیادہ استعمال کیا۔

جہانگیر کا دور حکومت: جہانگیر نے زیادہ توجہ مصوری کی طرف دی۔اس نے فن تعمیر پر اتنا کام نہ کیا لیکن جتنا بھی کیا وہ خوب تھا۔اکبر کے مقبرے کے مکمل کروایا۔ شاہی قلعہ لاہور میں اس نے موتی مسجد کا اضافہ کیا جہانگیر کا مقبرہ جو کہ دلکشا باغ میں بنوایا گیا۔یہ نور جہاں نے بنوایا۔خود اس کا اپنا مقبرہ بھی اسی جگہ شاہدرہ کے مقام پر ہے

گندھارا تہذیب کا فن تعمیر: گندھارا تہذیب کے ملنے والے آثار وباقیات میں رہائشی مکانات، بازار، سٹوپ اور خانقاہیں وغیر شامل ہیں۔ پاکستان میں جہاں آثار باقیات ملے ہیں یہ علاقے تقریباً 175 میل شرقاً غرباً اور 220 میل شمالاً جنوباً واقع ہیں۔اس کا اکثر حصہ کوہستانی ہے۔سٹوپے مہاراج اشوک کے زمانے میں بننے لگے تھے۔ یہاں تک کہ مہاراج اشوک سے پہلے کے دور میں مشہور شہروں میں آٹھ سٹوپوں کی تعمیر کر کے ان میں مہاتما بدھ کے تبرکات دفنا دیئے گئے اشوک نے ان میں سے سات کو کھلوایا اور ان کے تبرکات تھوڑے تھوڑے کر کے پوری ریاست کے سٹوپوں میں تقسیم کردیے۔گندھارا تہذیب کے فن تعمیر کا اظہار درج ذیل دوصورتوں میں ہمیں ملتا ہے۔

1۔سٹوپہ: سٹوپہ سے مراد راکھ اور جلی ہوئی ہڈیوں کے ڈھیر کو کہتے ہیں۔ یہ سنسکرت کا لفظ ہے کسی لاش یا چتا کو آگ میں جلا دینے کے بعد دفنانے کی غرض سے سٹوپے بنائے جاتے تھے۔سٹوپہ میں مہاتما بدھ یا کسی بدھ مذہب کے بزرک کے پھول یعنی جلی ہوئی ہڈیاں اور اس کے ساتھ کچھ تبرکات دفنا دیئے جاتے ہیں۔سٹوپہ دراصل مذہبی بزرگوان کی راکھ یا ان کے تبرکات کی قبر یا ان کا مزار تھا۔

دنیا کی تمام یونیورسٹیز کے لیے انٹرن شپ رپورٹس، پروپوزل، پراجیکٹ اور تھیسز وغیرہ بھی آرڈر پر تیار کیے جاتے ہیں۔

میٹرک ایف اے،آئی کام،بی اے،بی کام ،بی ایڈ،بی ایس،ایم اے،ایم ایڈ،ایم ایس سی،پی ایچ ڈی،ایف اسائنمنٹس ویب سائٹ سے مفت میں ڈاؤن لوڈ کریں ہاتھ سے لکھی ہوئی اور ایل ایم ایس کی انفرادی امتحانی مشقوں کے لیے اکیڈمی کے نمبر پر رابطہ کریں

میٹرک سے لیکر ایم اے، ایم ایس سی، ایم فل تک تمام کلاسز کی داخلوں سے لیکر ڈگری کے حصول تک کی تمام معلومات مفت میں حاصل کرنے کے لیے ہماری ویب سائٹ کا وزٹ کریں

03345504551
Download Free Assignments from
solvedassignmentsaiou.com

علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی کی تمام کلاسز کی حل شدہ اسائمنٹس ۔گیس پیپرز فری میں ہماری ویب سائٹ سے ڈاؤن لوڈ کریں ہاتھ سے لکھی ہوئی اور آن لائن ایل ایم ایس کی مشقیں دستیاب ہیں۔

2۔خانقاہیں: راجہ کنشک نے بدھ مت مذہب اختیار کرتے ہی پوری سلطنت میں بہت سی شاندار خانقاہیں، بودھ دھارے، چیتیا، سٹوپے اور سنگھرا لے تعمیر کروائے۔کشان دور کے بادشاہ امراء اور خواص خانقاہیں بناتے تھے۔خانقاہ دراصل پجاریوں، بھکشوؤں اور بھکشنیوں کے رہنے کی جگہ تھی۔

سوال نمبر5: پاکستان کی علاقائی زبانوں کے بارے میں آپ کیا جانتے ہیں؟

جواب۔

پاکستان میں مختلف زبانوں کی تقسیم بھی خاصی حد تک جغرافیائی عوامل اور طبعی ماحول سے مطابقت رکھتی ہے۔صوبہ پنجاب میں بولی جانے والی پنجابی زبان اور صوبہ سندھ کی سندھی زبان آپس میں خاصی مماثلت رکھتی ہیں ان کے کئی الفاظ اور تراکیب بھی یکساں ہیں اس کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ پنجاب اور سندھ کے طبعی ماحول خاصی حد تک ایک دوسرے سے ملتے جلتے ہیں اور ان دونوں زبانوں کو ایک دوسرے سے بہت کچھ حاصل کرنے کا موقع ملا ہے۔اس کے برعکس صوبہ سرحد اور بلوچستان میں رائج زبانوں مثلاً بلوچی، براہوی اور پشتو کی پنجابی اور سندھی زبانوں سے زیادہ مماثلت نہیں ہے کیونکہ ان خطوں کا طبعی ماحول پنجاب اور سندھ کے طبعی ماحول سے بالکل جُدا ہے اور قیام پاکستان سے قبل ان صوبوں کے درمیان ثقافتی اقدار کا تبادلہ بہت محدود تھا۔

پنجابی زبان۔

قدیم زمانے میں جس علاقے کو سپت سندھو یا ہپت ہندو کہا جاتا تھا، پنجاب بھی اس میں شامل تھا۔ یہ علاقہ وہی ہے جہاں آریہ لوگوں نے وسط ایشیا سے آکر اپنی مقدس کتاب، ویدیں مرتب کیں۔ایک زمانہ تھا جب اس علاقے کی تاریخ انہی آریہ لوگوں سے شروع کی جاتی تھی۔اور اس حوالے سے اس خطے کی زبانوں پر بھی انہی یعنی آریاؤں کی حکمرانی مانی جاتی تھی۔جس کے نتیجے میں سنسکرت کو پنجابی کا ماخذ تصور کیا جاتا تھا مگر جدید دور کے آغاز میں ہڑپہ، کوٹ دیجی (پنجاب)، موہنجوڈرو (سندھ) نال (بلوچستان) وغیرہ کی کھدائی کے بعد یہاں سے قدیم تہذیبوں کے جو آثار نمودار ہوئے انہوں نے اس نظریے کو باطل قرار دے دیا ہے۔اب یہ نظریہ یقین کی حد تک مانا جانے لگا ہے کہ آریہ قبائل کی آمد سے پہلے یہاں جو تہذیبیں آباد تھیں اور جو تقریباً 5ہزار سال قدیم تھیں ان میں خصوصاً ہڑپائی اور دراوڑی، ترقی یافتہ تہذیبیں تھیں۔ظاہر ہے کہ ایک ترقی یافتہ تہذیب کی زبان بھی ترقی یافتہ ہی ہوگی۔چنانچہ جب آریہ یہاں آئے تو ان کا ٹکراؤ یہاں کی تہذیب سے ہوا اور انہوں نے یہاں کی تہذیب پر اثر انداز ہونے کے ساتھ ساتھ اس سے خاصا اثر قبول بھی کیا۔یہی اصول زبانوں کے معاملے میں بھی کارفرما رہا لیکن یہ لوگ چونکہ پنجاب میں آکر آگے گنگا جمنا کے علاقے کی طرف جاتے رہے (یعنی پنجاب کے مقامی لوگوں نے ان کو یہاں ٹھہرنے نہیں دیا اور آگے کی طرف بھگا دیا) اس لئے جو آریہ یہاں رہ گئے وہ تعداد میں کم تھے جس کے باعث ان کی زبان نے مقامی زبانوں کو کم متاثر کیا۔

تشخص کی بنیاد۔

آیئے اب یہ دیکھیں کہ پنجابی زبان نے اپنا الگ تشخص کب قائم کیا؟ یہ بات اب تقریباً سبھی ماہرین لسانیات (جن میں غیر مسلم اور مسلم دونوں شامل ہیں) جان چکے ہیں کہ پنجابی نے اپ بھرنش کے اندر اپنے الگ سفر کا آغاز 712ء میں محمد بن قاسم کی فتح سندھ کے زمانے کے آس پاس کیا۔جو مسلمان بزرگ اسلامی لشکر کے ساتھ آئے تھے انہوں نے اپنے قول وعمل سے اس علاقے کے لوگوں کے ذہنوں میں ایک فکری انقلاب برپا کر دیا۔ان بزرگوں نے عوامی سطح پر اسلام کے فروغ کے لئے یہاں کے لوگوں کی زبان اپنائی جبکہ یہ اپنے ہمراہ عربی، فارسی، اور ترکی لے کے آئے تھے جن کی برسوں کی لسانی اور ادبی روایات تھیں۔ان زبانوں کا مقامی زبانوں پر اثر انداز ہونا ایک فطری امر تھا۔چنانچہ برسوں ایسا ہوتا رہا اور یوں عوامی سطح پر جو زبان وجود میں آئی اس کی لسانی روایت میں اسلامی روح گہری ہوتی چلی گئی۔آٹھویں صدی عیسوی سے لے کر اٹھارویں صدی عیسوی تک کو برصغیر میں مسلمانوں کا دور کہا جاتا ہے جس میں پہلے پانچ سو سال تک اسلام، سندھ، دکن اور جنوب کی طرف سے برصغیر میں آیا اور بعد کے پانچ سو سال حکمرانوں کے دین کے حوالے سے پنپتا رہا۔اس عرصے میں سے آٹھوی صدی عیسوی سے بارہویں صدی عیسوی کے نصف آخر تک کے دستیاب ادبی نمونوں پر غور کیا جائے تو اگرچہ یہ پنجابی زبان کی طرف ایک سفر کرتی ہوئی زبان کے نمونے ہیں مگر یہاں بھی ایک بات واضح دکھائی دیتی ہے کہ یہ سفر سست نہیں بلکہ خاصا تیز رفتار ہے۔یہاں پنجابی زبان، اپ بھرنش اور برج بھاشا سے اپنے آپ کو الگ کرتی ہوئی دکھائی دیتی ہے۔یہاں تک کہ حاجی بابا رتن (گیارہویں صدی عیسوی) جب کہتے ہیں "رُوپا محمدؐ سونا خدائے۔دونہہ وچ دنیا گوتا (غوطہ) کھائے" (رُوپا بمعنی چاندی، یعنی محمدؐ چاندی ہیں اور خدا سونا ہے۔دنیا دونوں کے درمیان غوطہ کھا رہی ہے) تو پنجابی زبان وادب کی پہچان اور اس کے الگ تشخص کی صورت سامنے آنے لگتی ہے۔

پشتو زبان کی تاریخ: پشتو زبان سنسکرت اور استا کی طرح ایک قدیم زبان ہوسکتی ہے۔لیکن اس سلسلے میں ہمارے پاس دسویں سولہویں صدی سے قبل کا کوئی ریکارڈ موجود نہیں ہے۔فارسی یا کستان یا قدیم کتبوں میں موجود پشتو سے ملتے جلتے الفاظ کم از کم واقع کے نزدیک پشتو الفاظ کے محض ہم رشتہ ہیں اور انہیں کا ملا پشتو نہیں کہا جا سکتا۔جب تک اس کا کوئی ثبوت موجود نہ ہو۔پشتو کی قدیم ترین معروف تصنیفات میں سب سے پہلے دفتر شیخ علی کا نام آتا ہے۔ھورا اورٹی کے مطابق 1417ء میں لکھی گئی۔اس شیور کتاب میں ان ضابطوں اور رسوم کا ذکر ہے۔جن کا زیادہ تر تعلق پٹھان قوم کے ہاتھوں کاشت کی جانی والی آراضی کی تقسیم سے ہے۔یہ بلاشبہ اک قابل قدر تاریخ دستاویز ہے۔جو ابھی تک دستیاب نہیں ہوسکی۔خیر البان، روشیزہ تحریک کے شور بانی اور رہنما کا مجموعہ قوانین ہے۔اس

دنیا کی تمام یونیورسٹیز کے لیے انٹرن شپ رپورٹس، پروپوزل، پراجیکٹ اور تھیسز وغیرہ بھی آرڈر پر تیار کیے جاتے ہیں۔

میٹرک، ایف اے، آئی کام، بی اے، بی کام، ایم اے، ایم ایڈ، بی ایس، ایم ایس، پی ایچ ڈی کی اسائنمنٹس ویب سائٹ سے مفت میں ڈاؤن لوڈ کریں ہاتھ سے لکھی ہوئی اور ایل ایم ایس کی انفرادی امتحانی مشقوں کے لیے اکیڈمی کے نمبر پر رابطہ کریں

میٹرک سے لیکر ایم اے، ایم ایس سی، ایم فل تک تمام کلاسز کی داخلوں سے لیکر ڈگری کے حصول تک کی تمام معلومات مفت میں حاصل کرنے کے لیے ہماری ویب سائٹ کا وزٹ کریں

علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی کی تمام کلاسز کی حل شدہ اسائنمنٹس ،گیس پیپرز فری میں ہماری ویب سائٹ سے ڈاؤن لوڈ کریں ہاتھ سے لکھی ہوئی اور آن لائن ایل ایم ایس کی مشقیں دستیاب ہیں۔

کتاب کا صرف ایک نسخہ ٹونبگین یونیورسٹی کی لائبریری میں موجود ہے۔ جسے مولانا عبدالقادر مرحوم نے دریافت کیا اور جو پشتو اکیڈمی کی طرف سے شائع ہوئی ۔نامور افغان دانشور عبدالحئی حبیبی نے اپنے دعوے کے مطابق درقدیم ترین پشتو تصانیف شائع کی ہیں ۔

ا۔ سلیمان ماکو کی تاریخ کتاب تذکرۃ الاولیاء کے چند اوراق یہ کتاب مبینہ طور پر ساتویں /تر ہویں صدی میں لکھی گئی ۔مزکورہ اوراق جو قابل کے ایک سالنامہ میں چھپے تھے۔

۲۔ پتہ خزاب پوشیدہ خزانہ نامی کتاب جسے فارسی ترجمہ کے ساتھ 1944ء میں شائع کیا گیا۔عبدالحئی حبیبی کا دعویٰ ہے کہ یہ نسخہ انہوں نے دریافت کیا تھا۔ یہ کتاب دوسری / آٹھویں صدی سے مصنف کے زمانے تک کے پشتو ادب کی ایک سادہ سی تاریخ ہے۔اس کتاب میں کسی آمیہ کروڑ کی نوشتہ ایک نظم ہے جس کا تعلق 756/139ھ سے ہے۔اس فن میں راقم حروف عصر حاضر کے محقق اور ماہر لسانیات پروفیسر مورگن سٹیرن کے اس قول سے مکمل اتفاق کرتا ہے۔کہ کئی ایک اسباب کی بنا پر یہ بیان بعید از قیاس ہے۔

اس صورت میں پشتو کی مصدقہ قدیم ترین تصنیف جو اس وقت دستیاب ہے۔خیرا بیان ہی ہے۔اگر چہ اس کا واصل نسخہ نہیں ملا اور محض اس کی نقل ہاتھ لگی تھی۔ پھر بھی اس میں نقل نویسی کے موقع پر گئی اغلاط کے باوصف دسویں / سولھویں صدی کی پشتو نثر کے مستند نمونے مل جاتے ہیں۔اس کتاب کے بعض حصے چار زبانوں عربی، فارسی، ہندی اور پشتو میں لکھے گئے ہیں۔اب خیر البیان کی ایک مثال ملاحظہ ہو۔

ترجمہ: اے بایزید! بہت سی حمد وثنا لکھ اس لیے کہ جب کوئی انسان میری حمد وثنا کرتا ہے تو مجھے بے حد مسرت ہوتی ہے۔

دیکھ: جو کوئی بھی زمین پر ہے یا آسمانوں میں ہے۔میری ثنا کرتا ہے۔کوئی بھی ایسی مخلوق نہیں ہے جو میری حمد نہ کرتی ہو۔اس ارشاد پر ایمان لاسجان اللہ مافی السموات ومافی الارض اے سبحان (خدا)

میں ایک ناخواندہ آدمی ہوں۔میں کس طرح تیری اعلیٰ حمد وثنا لکھ سکتا ہوں؟

ان دو عظیم فضلا اور پشتو نثری ادب کے پیشرؤں کے بعد ان کے بہت سے جانشین اور پیروکار نظر آتے ہیں۔جنہوں نے پشو ادب کا علم تھاما اور یہ اپنی عظیمی ادب کے فوراً بعد کا زمانہ ہے۔جس میں پشتو کلاسیکی شاعری نظر آتی ہے۔اس موضوع سے بعد میں یہ تفصیلی بحث کی جائے گی۔لیکن فی الحال ہم یہاں لوک شاعری کے بارے میں کچھ کہنا چاہتے ہیں جو مہذب دنیا کی کسی بھی لوک شاعری کی مانند بلند مرتبہ ہے۔

پشتو کی لسانی خصوصیات:

حروف تہجی: پشتو ہند آرائی زبان ہے۔یہ عربی، اردو اور فارسی کی طرح دائیں سے بائیں لکھی جاتی ہے۔اس کے کل چوالیس حروف تہجی ہیں۔اس مین عربی کے تمام حروف تہجی شامل ہیں اور ساتھ ہی فارسی اضافی حروف۔ پشتو میں ی کی مخصوص پانچ شکلیں بھی اسی میں موجود ہیں۔پشتو حروف تہجی میں چار حروف لکھنے میں مختلف ہیں لیکن ان کی آواز وہی ہے جو اردو حروف کی ہے۔یہ حروف ٹ، ڈ، ڑ اور گ ہیں۔ان میں فرق صرف یہ ہے کہ ٹ، ڈ، ڑ کے اوپر والے نشان ط کو حزف کر دیا گیا ہے۔اس کی جگہ انہی حروف کے نیچے کنڈے کا نشان کا اضافہ کر دیا گیا ہے۔اس کا رسم الخط نسخ ہے۔

زائد حروف تہجی: پشتو میں کچھ زائد حروف تہجی بھی ہیں جن کی تعداد چار ہے۔زائد حروف کی صحیح زبان جاننے اور پہچاننے سے پشتو صحیح معنوں میں اور درست لہجے میں لکھی اور پڑھی جا سکتی ہے۔ لہجے کے لحاظ سے یہ زائد حروف ح (زیم) خ (سے) ر (گے) اور ښ (خین) ہیں۔ان میں سے پہلے دو تو سب پشتو بولنے والے ایک ہی طرح ادا کرتے ہیں۔لیکن باقی دو حروف مختلف علاقوں میں مختلف بولے جاتے ہیں۔پشتو حروف تہجی میں ن (نونڑ) بھی موجود ہے جو ن کے بعد لکھا جاتا ہے۔اس مخصوص حرف ن (نونڑ) کی آواز گویا ن اور ڑ کی آوازوں کا متزاج ہے۔

پشتو املا کے مطابق ی کی پانچ شکلیں ہیں۔انہیں بروئے کار لانے سے مختلف الفاظ کا تلفظ اور گرامر کے لحاظ سے ان کی شناخت میں آسانی پیدا ہوگی۔

ا۔ یائے مجہول ۲۔ یائے مخصوص ۳۔ یائے تانیث

۴۔ یائے معروف ۵۔ یائے فعلی

لہجے: پشتو کے دو نمایاں لہجے ہیں:

قندھاری لہجہ: یہ لہجہ صوبہ سرحد کے جنوبی علاقوں، جنوبی افغانستان اور بلوچستان کے پشتون علاقوں میں رائج ہے۔اس لہجے کو نرم بھی کہا جاتا ہے۔

یوسفزئی لہجہ: یہ لہجہ صوبہ سرحد کے شمالی علاقوں کے علاوہ افغانستان کے بعض علاقوں میں بولی جانے والی زبان کی نمائندگی کرتا ہے۔اس لہجے کو سخت لہجہ کہتے ہیں۔

لہجوں کا فرق: ان دو بڑے لہجوں میں اگر چہ کوئی نمایاں فرق نہیں ہے لیکن الفاظ کی ادائیگی میں قندھاری لہجے میں بولنے والے حروف ش اور ژ کے حروف استعمال کرتے ہیں۔جبکہ یوسفزئی لہجے والے ښ (خین) اور ر (گے) تلفظ کرتے ہیں۔تاہم ادبی لحاظ سے سخت لہجے بولنے والی زبان ہی رائج ہے۔بعض اسا ہر دو لہجوں میں ایسے مختلف ہیں کہ نہ صرف یہ اختلاف نرم اور سخت لہجوں تک محدود ہے بلکہ نرم لہجہ بولنے والوں میں بھی کئی الفاظ ایک دوسرے سے مختلف انداز میں بولے جاتے ہیں۔

دنیا کی تمام یونیورسٹیز کے لیے انٹرن شپ رپورٹس، پروپوزل، پراجیکٹ اور تھیسز وغیرہ بھی آرڈر پر تیار کیے جاتے ہیں۔

علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی کی تمام کلاسز کی حل شدہ اسائنمنٹس ،گیس پیپرز فری میں ہماری ویب سائٹ سے ڈاؤن لوڈ کریں ہاتھ سے لکھی ہوئی اور آن لائن ایل ایم ایس کی مشقیں دستیاب ہیں۔

مثال کے طور پر سخت لہجہ بولنے والے رضائی کو بڑستن کہتے ہیں لیکن نرم لہجہ بولنے والے خٹک شیرک، گنڈہ پور اور کنجٹر کہتے ہیں۔لہذا اس مسئلے کو یوں حل کیا گیا ہے کہ کسی مضمون یا کتاب میں وہ الفاظ لکھے جائیں گے جو عام طور پر سخت لہجے میں بولے جاتے ہیں۔

بلوچی زبان

صوبہ سرحد اور بلوچستان کے کچھ علاقوں میں بولی جانے والی یہ زبان اپنے باشندوں کی طرح نہایت قدیم زبان ہے۔لیکن اس زبان کا ماخذ کیا ہے اس بارے میں مختلف آراء موجود ہیں۔پشتون اس علاقے میں محمود غزنوی کے ساتھ آئے اور یہیں بس گئے۔پشتو کی قدامت اور اس کے رسم الخط سے معلوم ہوسکتی تھی لیکن اس کے بارے میں کوئی تاریخی شواہد نہیں ملے۔فرشتی، یونانی، برھنی، ہیونا گئی اور اوستا کے بعد عربی رسم الخط میں لکھی جانے لگی ہے۔پشتو ادب کا صحیح سراغ ہمیں دوسری صدی ہجری میں لکھی ہوئی امیر کروڑ کی ایک نظم سے ملا ہے۔نثر کی پہلی کتاب ''پٹہ خزانہ'' آٹھویں صدی عیسوی میں لکھی گئی۔خوشحال خان خٹک، رحمان بابا اور کاظم خان شیدا پشتو کے بڑے شاعر مانے جاتے تھے۔خوشحال خان خٹک شاعر ہونے کے ساتھ ساتھ ایک سپاہی بھی تھے۔جنگجوئی اور شاعری ان کا اوڑھنا بچھونا تھا۔

بعض شعراء نے لوک گیتوں کی مختلف اصناف کو بنی شاعری کا موضوع بنایا۔لوک گیت پشتو ادب کا بہترین سرمایہ ہیں جو پشتون ثقافت کی عکاسی کرتے ہیں۔لوک گیتوں کی اوصاف میں ٹپہ چار بتہ نیمسکئی بہت مشہور ہیں۔

بلوچی زبان وادب۔

بلوچی ایک وسیع اور زندہ زبان ہے۔بلوچی زبان کا تعلق آریائی زبان سے ہے۔جس کا تعلق مہدایرانی گروہ سے ہے۔یہ زبنان فارسی سے اتنی قریب ہے کہ اکثر لوگ اسے غلطی سے فارسی قرار دیتے تھے۔بلوچی زبان کی دو شاخیں ہیں۔سلیمانی اور مکرانی سلیمانی بلوچی ،شمال اور مشرق یعنی سندھ اور پنجاب کے سرحدوں سے لگنے والے علاقوں میں بولی جاتی ہے اس لئے یہ سندھی اور سرائیکی سے زیادہ متاثر ہے۔

مکرانی بلوچی، جنوب مغرا اور مغرب میں ایران کی طرف لگنے والے علاقوں میں بولی جاتی ہے۔یہ جدید فارسی سے بہت مشابہ ہے۔عربی اور فارسی کے الفاظ دونوں میں کافی موجود ہیں۔اگر چہ بلوچی، رسم الخط پہلے ایجاد ہو چکا تھا مگر قدیم بلوچی ادب تحریری صورت میں بہت دیر سے آیا جس کا سبب بلوچوں کی معاشی اور معاشرتی صورتحال تھی ماضی میں بھی یہ لوگ کسی ایک جگہ ٹک کر نہیں رہتے تھے ان کی معاشرت خانہ بدوشوں کی طرح تھی۔پانی اور چارے کی تلاش میں مارے مارے پھرتے تھے۔پندرھویں صدی میں کہی گئی نظموں سے شعری ادب کا آغاز ہوا یہ شعری ادب زبانی صورت حال میں ایک نسل سے دوسری نسل تک منتقل ہوتا رہا۔بلوچی شاعری میں زیادہ تر اہم رزمیہ ہے جس میں غیرت، بردبار، ہمت، جاہ وجلال جیسے موضوعات شامل ہیں۔شاعری میں ایک حصہ عشقیہ شاعری بھی ہے جس میں حسن وعشق جیسے موضوعات ملتے ہیں جب کہ تیسرا حصہ لوک داستانوں پر محیط ہے جس میں لوری اصناف قدیم سماجی زندگی کا عکس پیش کرتی ہے۔

میٹرک سے لیکر ایم اے ایم ایس سی ایم فل تک تمام کلاسز کی داخلوں سے لیکر ڈگری کے حصول تک کی تمام معلومات مفت میں حاصل کرنے کے لیے ہماری ویب سائٹ کا وزٹ کریں

میٹرک ایف اے آئی کام بی اے بی کام بی ایڈ بی ایس ایم اے ایم ایڈ ایم ایس سی پی ایچ ڈی اور ایف اے اسائنمنٹس ویب سائٹ سے مفت میں ڈاؤن لوڈ کریں ہاتھ سے لکھی ہوئی اور ایل ایم ایس کی انفرادی امتحانی مشقوں کے لیے اکیڈمی کے نمبر پر رابطہ کریں

Download Free Assignments from Solvedassignmentsaiou.com 0334-5504551 آسان علمی

دنیا کی تمام یونیورسٹیز کے لیے انٹرن شپ رپورٹس، پروپوزل، پراجیکٹ اور تھیسز وغیرہ بھی آرڈر پر تیار کیے جاتے ہیں۔